بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان کی علامت کیا ہے؟ ..... اس کی اگر مختصر ترین فہرست بنائی جائے تو شاید وہ دو چیزوں پر مشتمل ہوگی: قرآن اور نماز۔ یہ دو الفاظ دراصل پورے دین کا عنوان ہیں۔ ایک نظریاتی حیثیت سے سب سے زیادہ اہم ہے اور دوسرا عملی پہلو سے۔ اسی نے دراصل خدا کو پایا ہے جس نے قرآن اور نماز کو پایا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اگر آپ کی زندگی میں شامل ہوگئی ہوں تو سمجھیے کہ ایمان اور اسلام آپ کی زندگی میں شامل ہوگیا ہے اور اگر آپ کی زندگی ان سے خالی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ابھی تک ایمان اور اسلام سے محروم ہیں۔ ان دونوں چیزوں کی بنیادی اہمیت خود قرآن سے ثابت ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

”جو لوگ خدا کی کتاب کو مضبوط پکڑ لیتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ہم ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کریں گے“۔

(الاعراف ۷:۱۷۰)

قرآن اور نماز کو پانے کا مطلب کسی لفظی مجموعے یا کسی ظاہری ڈھانچے کو پالینا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ایک عظیم حقیقت کو پانا ہے جو آدمی کے وجود پر چھا جاتی ہے ..... جو اس کی پوری زندگی بن جاتی ہے ..... جو لوگ قرآن کے واقعی مومن ہیں وہ جب قرآن کو پڑھتے ہیں تو یہ کتاب انہیں سراپا حقیقت نظر آتی ہے۔ وہ حقیقت جس کے متعلق علمِ انسانی نے تسلیم کیا ہے کہ وہ کبھی اسے معلوم نہیں کرسکتا۔ وہ حقیقت جس کو فلسفہ ہزاروں سال سے تلاش کر رہا ہے مگر وہ اس تک پہنچ نہ سکا۔ اہل ایمان اس کو خدا کی کتاب میں پالیتے ہیں۔ یہ علم ان کے یقین کو بڑھاتا ہے۔ جب زمین و آسمان کی نشانیاں پیش کرکے اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ ان کا خالق کون ہے؟ تو بے اختیار ان کی زبان سے نکل پڑتا ہے۔

”تُو ہی ہے اے ہمارے رب“۔

قرآن کو پڑھتے ہوئے دل کے اندر یہ یقین اُبھرنا چاہیے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ جس مطالعہ سے یہ کیفیت حاصل نہ ہو وہ اندھے بہرے کا مطالعہ ہے۔ مومن جب قرآن کو پڑھتا ہے تو اس کو اس طرح پڑھتا ہے گویا وہ رب العالمین کی آواز سن رہا ہے، گویا وہ خدا سے ہم کلام ہے۔ قرآن اُس کی سب سے محبوب کتاب بن جاتی ہے جس میں وہ اپنے جذبات کی تسکین پاتا ہے۔ جس سے وہ اپنے دل کی دنیا آباد کرتا ہے۔

جس سے اس کو ایک نئی روشنی حاصل ہوتی ہے جو اس کے تمام عقلی اور روحانی تقاضوں کا جواب بن جاتی ہے۔ قرآن کا یہ پانا محض ایک علمی دریافت قسم کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ بندے کا اپنے رب کو پانا بلکہ اُس تک پہنچ جانا ہے۔ کائنات کے خالق و مالک کی اس کتاب سے ہمارا تعلق محض علمی تعلق نہ ہو بلکہ وہ بندے اور خدا کا تعلق بن جائے۔ ہم جب قرآن کو پڑھیں تو ہمارے اوپر وہ ہیبت طاری ہو جو کائنات کے مالک کا حکم سن کر اس کے ایک عاجز غلام پر طاری ہونی چاہیے۔ اس کو پڑھتے ہوئے ہمارا دل پگھل جائے، ہماری آواز پست ہوجائے اور ہمارا پورا وجود سراپا عجز و نیاز بن کر اس کے آگے جھک جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے۔ (یعنی ایسی) کتاب (جس کے تمام مضامین) ہم رنگ (ہیں اور لوگوں کو سمجھانے کے لیے) بار بار دہرائے گئے (ہیں)۔ (اس کتاب کی تاثیر یہ ہے کہ) اس کو سن کر اُن لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے جسم اور دل نرم ہوکر یادِ الٰہی کی طرف (راغب) ہوتے ہیں“۔ (الزمر ۳۹:۲۳)

یاد رکھیے قرآن سے ناآشنا صرف وہ لوگ ہی نہیں ہیں جنہوں نے قرآن کو اس طرح سے پسِ پشت ڈال دیا ہے گویا کہ وہ اسے جانتے ہی نہیں، گویا کہ ان کی زندگی سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ وہ شخص بھی قرآن سے محروم ہے جس کے لیے وہ محض علمی غور و بحث کا موضوع ہو۔ عین ممکن ہے کہ ایک شخص نے ہزاروں انسانوں کے درمیان قرآن کی بنیاد پر اپنی شخصیت کا سکہ بٹھا رکھا ہو مگر وہ قرآن کی نعمت سے محروم ہو۔ اگر داعی قرآن کی زندگی بھی ان حقیقتوں سے خالی ہے تو یہ بھی خدا کی کتاب سے محرومی کی ایک قسم ہے۔ قرآن کو پانے والا صرف وہ شخص ہے جس نے اپنے سینے کی دھڑکن میں اس کو بولتے ہوئے سنا ہے۔ جس نے اپنے دل کی کتاب پر اس کو لکھا ہوا پایا ہے۔ قرآن کا پانے والا وہ ہے جس کی مردہ روح کو قرآن سے زندگی ملی ہو۔ جس کے لیے وہ دل کے زنگ دور کرنے والی کتاب ہو۔ جس کے لیے وہ نور بن گیا ہو جس کی روشنی میں وہ چلتا ہو۔ قرآن کو ان لوگوں نے پایا ہے جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ اسے پڑھتے ہیں تو ان کے دل دہل اُٹھتے ہیں۔ اور وہ اپنے آنسوؤں سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”جب اللہ کی آیتیں انہیں سنائی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں“۔ (مریم ۱۹:۵۸)

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے ۔ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تمام چیزوں کو اس ڈھنگ پر بنایا گیا ہے کہ ایک ہی چیز سے آدمی نصیحت بھی حاصل کرسکتا ہے اور وہی بیک وقت اس کے لیے فتنے میں پڑنے کا ذریعہ بھی ہے۔ ٹھیک یہی حال خدا کی کتاب کا بھی ہے۔ بلاشبہ قرآن کتابِ ہدایت ہے مگر آدمی کا اپنا چہرہ جتنا صاف ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ آئینہ کے اندر صاف دکھائی دے گا چنانچہ قرآن سے بھی آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے جو وہ اس سے حاصل کرنا چاہتا ہو۔

نماز

اب نماز کو لیجیے۔ نماز دین کا بنیادی ستون ہے۔ اس کے بغیر کسی کا ایمان ہی معتبر نہیں۔ وہ آدمی کے لیے ذریعۂ نجات ہے۔ مگر یہ فائدہ صرف اس نماز سے حاصل ہوتا ہے جو صلوٰۃِ خشوع ہو۔

جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

”کامیاب ہوئے ایمان والے، جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں“۔ (المومنون ۲۳:۱-۲)

آیئے دیکھتے ہیں کہ صلوٰۃِ خشوع کی علامات کیا ہیں:

1 پہلی بات یہ کہ اس سے مراد وہ نماز ہے جو اس طرح پڑھی جائے کہ آدمی اس کا نگران اور محافظ بن گیا ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اپنی نمازوں کی حفاظت کرو“۔ (البقرۃ ۲:۲۳۸)

یہاں حفاظت سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو ہر اس عادت یا ہر اس مشغولیت سے اپنی زندگی کو بچانا اور پاک کرنا ہے جو اس کو وقت پر نماز باجماعت کی ادائیگی سے محروم کردے۔ ٹھیک وقت پر نماز کے لیے حاضر ہونا دراصل بندے کی طرف سے اس بات کا مظاہرہ ہے کہ وہ آقا کی پکار پر فوراً دوڑ پڑنے کے لیے تیار ہے۔ یہ انتہائی تعلق کا ثبوت ہے۔ وقت آتے ہی نماز کے لیے دوڑ پڑنا اس بات کا اظہار ہے کہ آدمی نے اپنی زندگی میں اولین مقام صرف خدا کو دے رکھا ہے۔ مسجدوں کی صف بندی دراصل خدا کے دربار میں کھڑے ہونے کا وقت ہے۔ جو اس اہم ترین وقت پر خدا کے گھر میں نظر نہ آئے وہ گویا اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اس کو خدا کی پکار سے زیادہ اپنے نفس کی پکار عزیز ہے۔ خاص طور پر صبح کی نماز جو حاضری

کی نماز ہے۔ اسے جو شخص ادا نہیں کرتا وہ تو اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈال رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا لباس اس سے اُتار لیا جائے اور شیطان کے مقابلے میں اس کے پاس کوئی پناہ باقی نہ رہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے، وہ اللہ کی امان میں ہوتا ہے، پس اے انسان! تُو غور سے دیکھ، اللہ تعالیٰ تجھ سے اپنے امان کی بابت کسی قسم کی باز پرس نہ کرے“۔ (مسلم: ۱۴۹۳)

فجر کی نماز دوسری نمازوں کا مقدمہ ہے۔ ہر روز جب صبح کی سفیدی سورج کے آنے کی خبر دیتی ہے تو دو طرح کے مواقع انسان کے لیے کھلتے ہیں۔ ایک دنیا کا کام، دوسرا آخرت کا کام۔ عین اس وقت موذن آواز دیتا ہے ’حي علی الصلاۃ، حي علی الفلاح‘ ’نماز کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ‘ کی پکار انسان کو دعوت دیتی ہے کہ وہ دن کی سرگرمیوں کو شروع کرنے سے پہلے خدا کے گھر میں آئے۔ فجر کی نماز ادا کر کے اپنے اس عہد کا اظہار کرے کہ وہ آنے والے لمحات کو آخرت کی کامیابی حاصل کرنے میں لگائے گا۔ وہ آنے والے دن کو خدا کی عبادت میں بسر کرے گا۔ عین اس وقت ایک پکارنے والا پکارتا ہے۔ یہ انسان کا دشمن شیطان ہے جو ایک ایک شخص کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ وہ اپنے دن کو صرف دنیا حاصل کرنے میں لگائے۔ پہلی پکار دیواروں سے ٹکرا کر واپس آجاتی ہے۔ ہزاروں کی آبادی میں صرف چند ایسے لوگ مسجد کے لیے نکلتے ہیں جو بوڑھے ہو چکے ہیں یا کسی اور کام کے قابل نہیں رہے۔ مگر دوسری پکار کو سن کر ہر شخص اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ کسان اپنے کھیتوں کی طرف چل پڑتے ہیں.... تاجر کنجیوں کے بڑے بڑے گچھے لے کر اپنی دکانوں کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں..... ملازم اپنے دفتروں کی تیاری شروع کر دیتے ہیں اور بہت سے لوگ جنھیں صرف آرام عزیز ہے وہ اس سہانے وقت میں اپنے نرم بستروں سے لپٹ جانے کو موزوں ترین خیال کرتے ہیں۔ کس قدر غافل ہے انسان! جو اس وقت بھی محروم رہتا ہے جبکہ پانے کے امکانات سب سے زیادہ ہوں۔ ایک دروازہ جو ہر روز انسان کے لیے کھلتا ہے مگر نادان انسان ہر روز اسے اپنے اوپر بند کر لیتا ہے۔

(2) صلوٰۃ خشوع کی دوسری پہچان یہ ہے کہ نماز میں آدمی کا جھکنا اس کی پوری زندگی میں اس قسم کے جھکاؤ کا عنوان بن جائے۔ اس کا رکوع اور

سجدہ دراصل اس بات کا ایک عملی اقرار ہے کہ اس نے پوری زندگی خدا کے آگے ڈال دی ہے۔ وہ مکمل طور پر خدا کے حکم کا پابند بن چکا ہے۔ اسی لیے قرآن میں کہا گیا ہے:

”بلاشبہ نماز بے حیائی اور برائیوں سے روکتی ہے“۔ (العنکبوت ۲۹:۴۵)

نماز محض رسمی قسم کی پوجا نہیں بلکہ وہ اپنے وجود اور تمام اثاثے کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دینے کا نام ہے یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کر زبانِ حال سے کہہ رہا ہے ’میرے آقا تو مجھے حکم دے، میں تیرے حکم کی تعمیل کروں گا‘۔ اس اقرار کے باوجود اگر آپ کسی کو دیکھیں کہ اس کی مسجد کی نماز اس کی پوری زندگی نہیں بنی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی تک صلوٰۃ خشوع سے محروم ہے۔

(3) صلوٰۃِ خشوع کی تیسری پہچان یہ ہے کہ بندہ جب نماز میں مشغول ہو تو وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بالکل قریب محسوس کرے۔

”سجدہ کر اور قریب ہو جا“۔ (العلق ۹۶:۱۹)

یہ وہ عالم ہے جو شاید لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس عالم میں آدمی کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ ایک ان دیکھی حقیقت کو کامل یقین کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ ایک سب سے زیادہ پر ہیبت چیز کے لیے اپنے اندر سب سے زیادہ محبت کے جذبات پا رہا ہے۔ نماز کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے یہ انتظام کیا ہے کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے اس کی معیت اور قربت حاصل کر سکیں۔ نماز کے ذریعے جب بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو وہ روحانی طور پر خدا سے جڑ جاتا ہے۔

آخری بات

ہر وہ شخص جس نے قرآن پڑھا ہے وہ ان باتوں کو بخوبی جانتا ہے۔ آپ میں سے ہر شخص کو کسی دوسرے سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے اس معاہدہ پر بیعت کرنا ہے کہ وہ جو کچھ جانتا ہے اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر آپ سچ مچ یہ اقرار کر لیں تو یقین مانیے کہ آپ کے لیے خدا کی جنت کے دروازے اس طرح کھول دیے جائیں گے کہ آپ جیتے جی اس کی خوشبو محسوس کریں گے۔ اور اگر اس کے بعد بھی آپ اپنے آپ کو نہیں بدلتے تو نہیں معلوم کہ آپ کے پاس وہ کون سا سہارا ہے جس کے بل پر آپ رب العالمین کے سامنے اتنی بڑی جسارت کر رہے ہیں؟

بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے ہی کی مانند ہے

پیامِ دوست

08

: 0092-333-5115922
: pyamedost@hotmail.com
: www.pyamedost.org

5/- PKR EACH

خود پڑھیے، دوسروں کو پڑھائیے، یہ صدقہ جاریہ ہے

قرآنِ حکیم کا مطلوب انسان

مستند علماء کی منتخب تحریروں سے مرتب شدہ